اخذ و استفادہ:

ملفوظاتی ادب کے لیے ایک منہاجِ تحقیق کی ضرورت پر

پروفیسر ریاض الاسلام کا مضمون

سہ ماہی "فکر و نظر" اسلام آباد کے جولائی ستمبر ۱۹۸۹ء کے شمارے میں، پروفیسر ریاض الاسلام کا ایک مضمون "صوفیانہ ادب کے لیے ایک منہاج تحقیق کی ضرورت" (ملفوظات اور تذکروں کے لطائف کے حوالے سے) شایع ہوا ہے جس کے آغاز میں صراحت ہے کہ یہ مضمون ایک مبسوط مقالے کا حصہ ہے جو زیر ترتیب ہے۔ اس میں ملفوظاتی ادب کے لیے ایک منہاج تحقیق کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے اور اپنے طور پر ایک منہاج کی نشان دہی بھی کی گئی ہے جو طالبانِ تحقیق کے لیے غور و فکر کا ایک اچھا بنیادی خاکہ لیے ہوئے ہے۔ یہ مضمون عمدہ طور پر مثالوں اور حوالوں سے مزین ہے، جنھیں بہ نظر اختصار کم کرکے، اہم مطالب کو پیرا وایز پیش کیا جاتا ہے۔

(۱)

۱۔ یہ مضمون صوفیانہ ادب کے لطائف پر مرکوز ہے۔ ملفوظات اور تذکروں میں خصوصاً اور اصول تصرف کی کتب میں عموماً لطائف کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ بعض ملفوظات کا بڑا حصہ لطائف پر ہی مشتمل ہوتا ہے۔ یہ امر قابل توجہ ہے کہ صوفیانہ

مطالعات کے فروغ کے باوجود لطائف کے خصوصی مطالعے پر کماحقہ توجہ نہیں دی گئی ہے۔ نہ لطائف کی تاریخ پر غور کیا گیا ہے، نہ ان کے سوابق اور لواحق پر، نہ ان کی ہیئت ِ ترکیبی پر، اور تجزیے کا عمل تو لطائفی ادب کو چھو کر بھی نہیں گیا۔ جب صوفیانہ ادب کا ایک معتدبہ حصہ لطائف پر مبنی ہے تو لطائف کے ناقدانہ تجزیے اور ایک منضبط منہاجِ تحقیق (Methodology) کے بغیر کس طرح حقِ مطالعہ ادا کیا جا سکتا ہے؟

۲- لطائفی ادب کے مسئلے پر کئی زاویوں سے نظر ڈالی جا سکتی ہے۔ اس صنف کا آغاز خود ایک دل چسپ موضوع ہے۔ لطائف کی ماہیئت پر نظر رکھتے ہوئے یہ گمان ہوتا ہے کہ کسی عنوان سے اس کا تعلق قصص کی روایت سے ہے۔ روایاتی قصص الانبیاء میں معتدبہ حصہ اس قبیل سے ہے جسے "اسرائیلیات" گردانا جاتا ہے۔ اور جسے اب لائق اعتماد نہیں سمجھا جاتا۔

۳- لطائفی ادب مختلف الالوان عناصر کا مجموعہ ہے۔ اس میں روحانیت اور حکمت کے ہیرے جواہر بھی ملیں گے اور جلالی لطائف کے تیزدھاری پتھر بھی۔ اتفاق، ایثار اور انسانی ہمدردی کے اعلیٰ ترین نمونے بھی اور نفس کشی اور کنبہ گریزی کے قصے بھی۔ لطف یہ ہے کہ صوفیوں کی ہمدردی صرف مسلمانوں اور صرف انسانوں تک محدود نہیں تھی، ان میں جانوروں سے ہمدردی کے ایسے حیرت انگریز قصے ملتے ہیں جن میں یہ اشارہ ملتا ہے کے بیمار جانورں کی دیکھ بھال تمام عبادات اور زہد و ورع سے بلندتر مقام رکھتی ہے۔ صوفیانہ تعلیمات کا شایدھی کوئی پہلو ہو جو لطائف میں کسی نہ کسی شکل میں پیش نہ کیا گیا ہو۔

۴- لطائف میں چند عناصر ایسے بھی ہیں، جن کا تواتر بھی زیادہ ہے اور انہیں علمی مقاصد کے لیے استعمال کرنے میں مزید حزم و احتیاط بھی ضروری ہے۔ ان میں پہلے تو کرامات اور خصوصاً تقابلی کرامات کے لطائف ہیں۔ تقابلی کرامات سے مراد یہ ہے کہ اگر وہ شیخ یہ کچھ کرسکتا ہے تو یہ شیخ اس سے زیادہ کرسکتا ہے۔ تقابلی کرامات کے ساتھ تعلّی کی چاشنی آنا لازمی تھی۔ دوسرا عنصر شطحیات کا ہے۔ شطحیات وہ اقوال یا باتیں ہیں جو صوفی حضرات سکر اور جذب کی حالت میں کہہ دیتے ہیں۔ شطحیات گوئی میں بلند پایہ شیوخ بھی ہیں اور ان سے کم درجے کے بزرگ بھی شامل ہیں۔ غرض یہ کہ تقابلی کرامات، تعلّی، شطحیات اور لطائف المجاز (یعنی عشق و محبت کے واقعات جو بسا اوقات توضیحی مثال کی طرح استعمال کیے گئے ہیں) نے لطائفی ادب کو مجموعی طور سے ایک ایسی صنف کا مواد بنادیا ہے جس کو علمی سطح پر استعمال کرنے میں بڑی شدید احتیاط کی ضرورت ہے۔

۵- لطائفی ادب میں بڑی دلآویزی ہوتی ہے اور اسے غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوتی ہے۔ صوفیہ کا واسطہ چونکہ ہر طبقے کے لوگوں سے ہوتا تھا، اس لیے انہوں نے لطائف کو اپنی تعلیم اور تبلیغ کے ذریعے کے طور پر اختیار کیا اور ابلاغ کے وسیلے کی حیثیت سے اس کی تاثیر کو درجۂ کمال تک پہنچایا۔ بعض اکابر صوفیہ نے لطیفہ بیان کرنے کا بڑا دل نشین پیرایہ وضع کیا۔

۶- اب مسئلہ یہ ہے کہ جب لطائف کا عنصر صوفیانہ ادب میں اتنا اہم ہے تو اسے کس طرح پرکھا جائے۔ کیا تمام لطائف کو جو قابل اعتبار یا قریب الاعتبار ملفوظات میں پائے جاتے ہیں، صحیح

مان لیاجائے؟ کیا صحیح ماننے کے معنی یہ ہیں کہ ان لطائف کے مندرجات کو تاریخ میں گذرے ہوئے واقعے کی طرح سمجھا جائے؟ یا اس امر کا امکان ہے کہ بعض یا بہت سے لطائف کسی خاص نکتے کو اجاگر کرنے کے لیے وضع کیے گئے؟ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ لطیفے کی روایت صحیح ہے تو کیا یہ ضروری ہے کہ لطیفے میں بیان کردہ واقعات کو اصلاً صحیح سمجھا جائے؟ دراصل جس طرح تاریخی واقعات کے پرکھنے میں اعتبار اور بے اعتباری کی کئی سطحیں آتی ہیں، اسی طرح لطیفوں میں درجۂ اعتبار متعین کرنا یا کم از کم متعین کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔

۷۔ یہ بات خاص طور سے توجہ اور تنقیح کے لائق ہے کہ کوئی لطیفہ، Parable یا مثالیے کے کتنا قریب ہے۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں اس لفظ کے معنی یہ بتائے گئے ہیں "مفروضہ واقعات کا بیان، کسی اخلاقی یا روحانی بات کو بطور مثال سمجھانے کے لیے۔" ان معنوں کے لحاظ سے مثالیہ میں بیان کردہ واقعات مفروضہ نوعیت کے ہوتے ہیں۔ چیمبرز ڈکشنری میں دیے ہوئے معنی کسی قدر مختلف ہیں: "کہانی یا قصہ جس میں بیان کردہ باتوں میں سے ہو سکتا ہے کچھ واقع بھی ہوئی ہوں اور جو کسی عقیدے، نظریے کو بطور مثال سمجھانے کے لیے یا کسی ڈیوٹی یا فریضے کو واضح کرنے کے لیے بیان کیا جائے" اس دوسرے معنی میں یہ گنجائش ہے کہ Parable کا کچھ حصہ واقعۃً بھی صحیح ہو، لیکن دونوں لغات میں زور مقصد پر ہے، بیان کردہ قصے کی صحت پر نہیں۔

۸۔ ایسے لطائف بھی بے شمار ہیں جو بین طور پر مثالیہ ہیں۔ مذہبی کتب میں مثالیہ Parable کی ہمیشہ بڑی اہمیت رہی ہے، اور الہامی مثلاً عہدنامہ ہائے عتیق و جدید میں ایسے اخلاقی

سبق اور مذہبی ہدایات کے ابلاغ کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن اس سیاق و سباق میں یہ بات بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ صوفیانہ ادب میں بہت سے لطائف کو بطور واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

۹۔ کسی لطیفے کی اہمیت اور اعتبار کو جانچنے کے لیے ایک اور پرکھ یہ ہے کہ آیا اس نوع کے لطیفے پہلے بھی آچکے ہیں؟ تلاش کیا جائے تو ایسے لطائف خاصی تعداد میں ملیں گے جن سے ملتے جلتے لطیفے پیش رفتہ ماٰخذ میں موجود ہیں۔ اس کی سب سے دل چسپ اور نمایاں مثال رسالہ قشیریہ کے ایک لطیفے کی ہے جو طبقات صوفیہ اور احیاءالعلوم اور عوارف‌المعارف میں بھی ہے۔ یہ ایک ہے لطیفے کی چار شکلیں ہیں۔ بنیادی بات ایک ھی ہے لیکن افراد بدلتے جاتے ہیں۔ ایک ھی قصے کی چار مختلف شکلیں دیکھ کر خیال ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک اصل ہوگا اور بقیہ تین اس کی بدلی ہوئی شکلیں ہوں گی۔ یعنی اصل واقعے کو صحیح مان لیا جائے تو باقی تین روایتیں وضعی ہیں۔ یہ امکان بھی خارج از بحث نہیں سمجھنا چاہیے کہ اس نوع کا اصل لطیفہ ان چار لطائف سے پہلے موجود ہو اور کوئی متجسس اسکالر جلد یا بہ دیر اس کا کھوج لگالے۔ پھر یہ چاروں لطائف وضعی ہوجائیں گے۔ اس نوع کے اولین لطیفے میں عام درجے کی بات کہی گئی ہو لیکن لطیفہ نگار نے بات میں تیکھاپن پیدا کرنے کے لیے مثال کا اضافہ کر دیا ہو۔ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ لطیفہ نگار نے ایک روایت کو ایک مثالیے Parable میں تبدیل کردیا۔

۱۰۔ مماثل لطائف کی ایک اور بہت اچھی مثال "شیر و گلاب" والے لطیفے ہیں۔ اس عنوان کا پہلا لطیفہ جہاں تک میرے علم میں ہے، سب سے پہلے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب

"اخبار الاخیار" میں ملتا ہے۔ اس لطیفے کی دوسری شکل اللہ دیا چشتی کی سیرالاقطاب میں آتی ہے۔ صباح الدین عبدالرحمٰن مرحوم نے اپنی کتاب بزم صوفیہ میں اخبار الاخیار کے ملتان والے لطیفے کا ذکر تو نہیں کیا لیکن سیرالاقطاب کے پانی پت والے کا کیا ہے۔ اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ شیر و گلاب کے پہلے لطیفے کے صحیح ہونے کا امکان ہے اگرچہ اس کا استناد ضعیف ہے اور دوسرا لطیفہ ساقط الاعتبار معلوم ہوتا ہے۔

۱۱- ایک اور نوع کے لطیفے جو ملفوظات اور تذکروں میں بڑے تواتر سے نظر آتے ہیں، "دریاے زر" والے لطائف ہیں جن میں شیخ کی کسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ریت دینار کے ڈھیر میں بدل جاتی ہے۔ دراصل ان لطائف کا ایک بڑا واضح مقصد تھا اور وہ یہ کہ عوام، امراء، حکام، غرض سب کو متنبہ کیا جائے کہ شیخ ان کی رقوم کے محتاج نہیں، ان کے لیے زمین اور آسمان کے خزانے کھلے ہوئے ہیں اور کوئی شخص اگر کوئی چیز پیش کش کے لیے لاتا ہے تو اس سے شیخ کی امداد نہیں ہوتی بلکہ دینے والے کی اپنی بھلائی ہوتی ہے۔ ان لطائف کا تواتر ہی ان کا اعتبار کھونے کے لیے کافی ہے۔

۱۲- صوفیانہ لطائف کی اہمیت اور معنویت کو پوری طرح سمجھنے اور اعتبار کو پرکھنے کے کام میں ایک طریقہ جو بے حد مفید اور مؤثر ثابت ہو سکتا ہے وہ لطائف کی زمرہ بندی (اور بعض صورتوں میں ذیلی زمرہ بندی) کا ہے۔ اس طریقِ کار کو اب تک نظر انداز کیا گیا ہے۔ سائمن ڈگبی نے اپنے مضمون Qalandars and Related Groups میں قلندروں کے بارے میں لطائف کے چھے زمرے قائم کیے ہیں۔ یہ زمرہ بندی ایک رہنما کوشش کی حیثیت سے اہم

ہے لیکن لطائف کی صرف ایک نوع سے مربوط ہے۔ بطور مجموعی صوفیانہ لطائف کے لیے زیادہ وسیع بنیادوں پر زمرہ بندی درکار ہوگی۔ یہ بات بھی ظاہر ہے کہ ایک اسکالر کی وضع کردہ زمرہ بندی دوسرے اسکالر کی زمرہ بندی سے مختلف ہو سکتی ہے۔ ہر اسکالر اس کام کو اپنے نقطۂ نظر، موضوعِ تحقیق اور مقاصدِ کار کے لحاظ سے ترتیب دے گا البتہ اس کا امکان ضرور ہے کہ لطائف کی زمرہ بندی کے کام میں کماحقہ، پیش رفت کے بعد وہ مرحلہ آجائے جب ایک بنیادی زمرہ بندی قائم ہوجائے جس میں ہر اسکالر اپنے کام کی نوعیت کے اعتبار سے ضروری رد و بدل کر سکے۔

(۲)

۱۳۔ تصوف پر تحقیق کرنے والے علماء نے بالعموم ہر لطیفے کو ایک وحدانیہ سمجھ کر استعمال کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر ہر لطیفے کو تاریخی شہادت کی طرح مان لیا جائے تو تصوف کی عجیب و غریب تاریخ مرتب ہوگی۔ زمرہ بندی کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ ہر لطیفے کو ایک جدا گانہ اکائی کی طرح رکھا اور پرکھا جائے، اسے انھی نوع کے لطائف کے ساتھ رکھ کر اس کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے اور اس کے اعتبار کا درجہ متعین کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح دو باتیں تو فوراً سامنے آسکتی ہیں۔ اول یہ کہ لطیفہ نگار کے پیش رووں نے اس لطیفے کو کس طرح اور کس مقصد کے لیے پیش کیا اور لطیفے میں کون سا پیام لپٹا ہوا ہے۔ دوسرے یہ کہ زیر مطالعہ لطیفہ نگار نے لطیفہ کہاں سے لیا ہے، اس میں کتنا تصرف کیا ہے، اور کس مقصد کے لیے مختلف طور سے استعمال کیا ہے اور اس کا پایۂ اعتبار کیا ہے۔

۱۴۔ مختلف بنیادوں پر مختلف زمرہ بندیاں مرتب ہو سکتی ہیں، مثلاً ایک عام زمرہ بندی اس بنیاد پر ہوسکتی ہے کہ لطائف میں تاریخیت کتنی ہے، یعنی کون سے لطائف خالص یا بڑی حد تک تاریخی ہیں، کون سے ایسے ہیں جن میں تاریخی اور غیر تاریخی عناصر غلط ہیں، اور کون سے ایسے ہیں جو محض مثالیہ Parable ہیں۔ ایک زمرہ بندی موضوعاتی ہو سکتی ہے یعنی موضوعات کی اپنی اہمیت کے لحاظ سے زمروں کی فہرست قائم کر کے ان کے ماتحت لطائف کی صف بندی کی جائے مثلاً فقر کے لطائف، ورع کے لطائف، حج کے بارے میں لطائف، فتوح کے لطائف وغیرہ وغیرہ۔ ایک محدود لیکن دل چسپ زمرہ بندی ایسی ہوسکتی ہے جو علامتی نشانات کے ماتحت ہو، جیسے "شیر و گلاب" کے لطائف، "دریاے زر" کے لطائف یا "لطائف المجاز"۔

(اس کے بعد فاضل مقالہ نگار نے اپنی توجہ صوفیانہ سلسلوں کی تعلیمات اور معاشرے اور معاش پر ان کے اثرات پر مرکوز رکھتے ہوئے اپنی زمرہ بندی پیش کی ہے جو بائیس عنوانات پر مشتمل ہے، اور صراحت کی ہے کہ ذیلی زمرے بھی قائم کیے جاسکتے ہیں۔ آخر میں جلالی لطیفوں، لطائف حسن و عشق، فوری موت کے بارے میں کچھ تصریحات کے علاوہ حرف انتباہ اور حرف آخر ہے، ان مفید تصریحات کو بھی ذیل میں مخلصاً درج کیا جاتا ہے۔)

۱۵۔ جلالی نوعیت کے لطیفوں کی شیوخ کے ملفوظات اور تذکروں میں کوئی کمی نہیں۔ کسی بزرگ کے حالات میں ان کا عنصر زیادہ ہے اور کسی میں کم۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ وہ بزرگ جو محبت، شفقت اور رافت کا نمونہ تھے ان کے یہاں بھی جلالی لطیفے ناپید نہیں۔ جلالی لطائف کی بھی زمرہ بندی کی جاسکتی

جس سے ایک نوعیت کے جلالی لطیفوں کی صف بندی سے ان کے تناظر ما قبل پر روشنی پڑ سکتی ہے اور اس طرف بھی رہنمائی ہوسکتی ہے کہ کون سا لطیفہ کہاں سے لیا گیا ہے۔ بالکل ایک جیسے لطائف مختلف بزرگوں کے حالات میں ملیں تو یہ واضح اشارہ ہے کہ لطائف نگار کی کوشش تھی کہ اس کے ممدوح پیر کا پلڑا اس کمال میں نیچے نہ رہ جائے۔

۱۶- صوفیانہ ادب میں عشق مجاز کے قصوں کی چاشنی وافر مقدار میں موجود ہے۔ بلکہ بعض اوقات خیال ہوتا ہے کہ اس قبیل کے قصوں کا تناسب توقع سے کہیں زیادہ ہے۔ کچھ قصے تو اس قسم کے ہیں جو عشق و محبت الٰہی کے نکات کو عشق مجازی کی مثال دے کر نوآموز سالکین کو سمجھانے کے لیے بیان کیے گئے ہیں۔ پھر بعض قصے حضرات صوفیہ کے واردات مجاز کے بارے میں اور بعض غیر صوفی لوگوں کے بارے میں ہیں۔ صوفیانہ ادب میں لطائف الجمال کو جمع کیا جائے تو خاصی تعداد ہو جائے گی۔ غور کرنے والے اسکالر کے ذہن میں ایک دو باتیں ضرور کھٹکیں گی۔ ایک تو یہی کہ صوفیانہ لطائف میں مجازی عشق کے قصوں کا اتنا مواد کیوں ہے۔ کیا ان کے بغیر بات کو سمجھنا بالکل ناممکن تھا؟ اس آخری سوال کا جواب تو یہ ہوسکتا ہے کہ محبت چونکہ بشری زندگی میں ایک آفاقی جذبہ ہے، ہر شخص اس سے واقف ہے اور تھوڑا بہت تجربہ رکھتا ہے۔ اس لیے عشق الٰہی کے معاملات و مقامات سمجھانے کا کام مجاز کے حوالے سے کچھ آسان تر ہو جاتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس تمام مسئلے پر علم نفسیات کا ماہر نظر ڈالے تو عین ممکن ہے کہ اسے کوئی ایسا پہلو نظر آئے جو تاریخ کے طالب علموں کی نظر سے پوشیدہ ہے۔

۱۷- فوری موت کےقصے : فوری موت کوئی انہونی بات نہیں۔ آج کل بھی ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ کسی غیر معمولی صدمے (اور بعض اوقات غیر معمولی اور غیر متوقع خوشی) کے باعث موت واقع ہو جاتی ہے۔ صوفیوں پر جو شدید روحانی اضطراب کی کیفیت طاری ہوتی رہتی تھی وہ جان لیوا ثابت ہو سکتی تھی۔ شیخ قطب الدین بختیار کاکی کے وصال کا واقعہ معروف ہے۔ قوالی کے دوران قوال سے یہ شعر سن کر ان کی حالت غیر ہوگئی :

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

تین دن کے مسلسل اضطراب کے بعد ان کا وصال ہوگیا۔ کہا جا سکتا ہے کہ چھوٹی بحر کا یہ شعر ان کے لیے نشتر کا کام کر گیا۔ اس واقعے کو قبول کرنے میں اس لیے بھی تکلف نہیں ہوتا کہ شیخ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات فوائد الفواد میں اس کا ذکر ہے اور مزید یہ کہ شیخ کاکی کا انتقال فوری طور سے واقع نہیں ہوا بلکہ تین روز کی اضطرابی کیفیت کے بعد ہوا۔ لیکن جب گلزارِ ابرار میں پڑھتے ہیں کہ نہر والہ کے سید احمد حامد نے جوش و خروش کی کیفیت میں قوالوں سے وہی غزل گانے کی فرمائش کی اور جب قوال اس شعر پر پہنچے (کشتگان خنجر تسلیم الخ) تو اضطرابی کیفیت بڑھ گئی اور اذان سن کر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور سجدے میں جا کر ابدی وصال حاصل کر لیا تو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ آیا حضرت کاکی کے واقعے کا چربہ تو نہیں۔ صوفیہ کے لطائف میں فوری موت کے واقعات کی جو کثرت ہے اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ یہ بات لطیفے کی تاثیر بڑھانے کے لیے تو استعمال نہیں کی

گئی۔ اس قبیل کے سب واقعات اگر ناقابل یقین نہیں تو سب لائق یقین بھی نہیں۔

۱۸۔ حرفِ انتباہ: کچھ انواع کے لطائف اور قصوں کی طرف سے محقق کو خصوصاً ہوشیار رہنا ضروری ہے۔ ان میں اولاً تو ایسے لطیفے ہیں جنھیں مہتم بالشان الفاظ میں ڈھالا گیا ہے۔ اسکالر کو اس کا امکان ملحوظ رکھنا چاہیے کہ ایسے الفاظ برمحل نہیں کہے گئے بلکہ ان کی تراش خراش میں ایک ہنرمند لطیفہ نگار کا بھی حصہ ہے۔ یہی معاملہ ایسے لطائف کا ہے جن میں عناصر کا توازن قائم کرکے اور نوک پلک سنوار کے انھیں منصہ شہود پر جلوہ گر کیا گیا ہے۔ ایسے لطیفوں کی مثالیں ہر دور کے ملفوظات اور تذکروں میں ملتی ہیں۔ یہی کیفیت برجستہ جواب کی یا برجستہ کہے گئے الفاظ کی ہے۔

۱۹۔ حرف آخر: اوپر دی ہوئی بحث میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ صوفیانہ لطائف کے ادب کو بغیر تنقیح، تنقید اور تجزیے کے استعمال کرنے میں کیسی غلطیوں کا امکان ہے اور ان غلطیوں سے بچنے کے لیے کیا کیا تدابیر کی جا سکتی ہیں۔ ان میں سب سے مؤثر تدبیر لطائف کی زمرہ بندی ہے۔ زمرہ بندی کے فوائد میں اہم ترین یہ ہے کہ اگلے پچھلے مماثل لطائف کا تقابلی مطالعہ کرکے لطیفے کی قدامت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور یہ بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ اس نے بعد میں کیا کیا شکلیں اختیار کیں، اس طرح لطیفے کا درجۂ اعتبار قائم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ مزید یہ کہ بعض انداز کے لطائف کو پرکھنے میں بڑی ہوشیاری اور استعمال میں احتیاط کی ضرورت ہے۔ ان لطائف میں ایک تو وہ ہیں جو از قسم مثالیہ Parable ہیں۔ دوسرے وہ جو مہتم بالشان معلوم ہوتے ہیں۔